پروفیسر خالد شبیر احمد قسط:۳۲

ورق ورق زندگی

ہر ایک قدم تھا کوہِ گراں جب ہم نے سفر آغاز کیا

پچھلی قسط میں جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا کہ انہوں نے جماعت کی تنظیمِ نو کا کام شروع کر دیا۔ مختلف شہروں میں مجلس احرارِ اسلام کے دفاتر کا افتتاح کیا۔ اور پھر سے سرخ پرچم لہرانے لگے۔ پنجاب کے اہم شہروں میں احرار کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ جس میں اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ ہر طاغوتی طاقت کے سامنے احرار پھر سے سینہ سپر ہو گئے ہیں۔ احرار کا پیغام اور منشور لوگوں کے سامنے پھر سے پیش کیا گیا۔ حکومت الٰہیہ زندہ باد کے نعروں سے ملک کی فضا پھر سے گونجنے لگی۔ اور راولپنڈی، لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، چنیوٹ، ملتان میں بڑی مثالی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے علاوہ مولانا عبید اللہ احرار، مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، مولانا سید عطاء المؤمن بخاری، مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہؒ، ان کانفرنسوں میں جماعت احرار کے پیغام بر تھے۔ ایک لمبے عرصے تک کانفرنسوں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ علاوہ ازیں مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کا دستور ترتیب دیا، مجلس احرار کی دستوری تاریخ کو اس دستور کا حصہ بنایا اور پھر جماعت کا منشور لکھ کر کتابی شکل میں لوگوں تک پہنچایا۔ احرار کا منشور ایک سیاسی دستاویز ہے، جسے پڑھ کر حضرت مولانا سید ابوذر بخاری کی دینی علوم پر دسترس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ انھوں نے مجلس احرار کے لٹریچر کی اشاعت کا کام بھی شروع کیا۔ تاریخ احرار (مصنفہ، چودھری افضل حق ؒ) کو دوبارہ شائع کیا مقدماتِ امیر شریعت اور کئی کتابچے شائع کیے گئے۔ غرضیکہ ایک نیا جوش، نیا ولولہ دیکھنے میں آیا۔ بڑے بڑے شہروں میں مجلس احرار کے دفاتر کھل جانے سے جماعت کو چند ہی ماہ میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ میں نے ان کانفرنسوں میں شرکت کر کے یہ محسوس کیا کہ لوگ مجلس احرار اسلام کے اس جبری تعطل (حکومتی پابندی) کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور احرار کے حریت پسند اور دینی افکار سے لبریز نغموں کو سننے کے لیے بے تاب تھے۔ لوگوں کا ہجوم جب کانفرنسوں میں مجلس احرار زندہ باد کے نعرے لگاتا تو اُن کے چہروں پر مسرت وانبساط مجھے رقص کرتی محسوس ہوتی تھی۔ کانفرنس سے پہلے جب احرار رضا کاروں کا جلوس شہر کے مختلف راستوں سے گزرتا تو اللہ اکبر کے نعروں سے فضا گونج جاتی تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے لوگوں کو ان جلوسوں پر پھول نچھاور کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ چوراہوں پر خصوصی دروازے بنائے جاتے جن پر پرچم احرار لہراتا ہوا ہمارے ایمان، ہمارے جذبات

اور ہمارے عزم کے لیے مزید تقویت کا باعث بن جاتا تھا۔ ان تمام مناظر کو دیکھ کر ہمیں وہ اکابر اور رضا کار بھی یاد آتے جو ہم سے جدا ہو گئے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ ہر ایسے مظاہرے پر جب میں امیر شریعتؒ کو یاد کرتا تو میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ امیر شریعتؒ اپنے چاروں بیٹوں سے خوش ہو کر انہیں جیسے یہ کہہ رہے ہوں ؎

دل و نظر کی وسعتوں کو ذوقِ اعتبار دو — اُٹھو اور اُٹھ کے زندگی کو صبحِ نَو بہار دو
عداوتوں کو روند ڈالو پیار کے شعار سے — محبتوں سے دل کے تم دیار کو سنوار دو
نہیں ہے یہ جہاں فقط امیر کی ہی عیش گاہ — سو گھر میں ہر غریب کے مسرتیں اتار دو
چلو گرا دو راستے کی ہر فصیلِ دشمنی — جہاں کو سرخوش سرفروش شہسوار دو
حکومتِ الٰہیہ کی دل میں ہے جو آرزو! — بقائے دیں کی غرض سے دیں پہ جان وار دو
جہاد ہی ہے شاہراہ منزلِ مراد کی — عزمِ نو کو پھر وہی پیامِ ذوالفقار دو
خرابیٔ حیات کا یہی ہے اک علاج بس — کہ آدمی کو دارِ مشکلات سے اُتار دو
پھر جنوں کے ہر قدم پر دانشیں نثار ہوں — یہ اہلِ دل کو پھر وہی شعور دو وقار دو
روش روش پہ زندگی کے اتریں وہی قافلے — چمن چمن مہک اٹھیں کلی کلی نکھار دو

(اور اگر دیکھا جائے تو یہی منشورِ احرار ہے) مولانا سید ابوذر بخاریؒ مجلس احرار کی تنظیمِ نَو میں ہمہ تن مصروف تھے۔ رات کی نیند اور صبح کے آرام کو انہوں نے خیر باد کہہ دیا تھا۔ سید عطاء المحسن بخاریؒ اور سید عطاء المؤمن بخاری اُن کے دائیں بائیں اُن کے ہر حکم کی تعمیل میں سرگرم کار تھے۔ شہروں کے بعد قصبوں اور دور دراز علاقوں کے دورے شروع ہوئے۔ دن رات سفر کا نہ ختم ہونے ولا سلسلہ اپنے زور وشور سے برسوں جاری رہا۔ یہ کاوش اور محنت جو سید ابوذر بخاریؒ کی قیادت میں ہو رہی تھی اس کی وجہ جناب پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم نے اپنے مضمون بعنوان ''تحریک حریت کی روحِ حارہ'' میں اس طرح تحریر کی ہے۔

''چراغ حق کو باطل کی ہواؤں کی زد میں لا کر روشن رکھنے کا عمل دراصل ان کے ہاں (ابوذر بخاری کے ہاں) باطل کے خلاف مزاحمت پسندی کا عمل تھا۔ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ فرنگی استعمار واستبداد کے ساتھ مسلسل تصادموں اور رات دن کی مسلسل جانکاہ تعزیروں نے مجاہدین احرار اور قائد احرار امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ میں جس طاقت ور مزاحمت ومقابلے کی باغیانہ روح کو مشتعل کیا تھا وہی روح وراثتاً سید ابوذر بخاری کے جسم میں منتقل ہو کر نئی حرارت کے ساتھ متحرک رہی، درحقیقت احرار اسلام کا مزاج ہی یہ تھا کہ انہیں برطانوی حکمرانوں سے جتنی سزائیں ملتی تھیں اتنی ہی مقابلہ اور حصولِ

غلبہ کی خواہش ان کے اندر زور پکڑتی تھی۔''

یعنی جذبہ حریت وراثتاً ان کے چاروں بیٹوں کے جسم میں ہی نہیں بلکہ دل ودماغ میں منتقل ہو چکا تھا کہ جو انہیں چین نہیں لینے دیتا تھا۔ تاثیر وجدان مرحوم اپنے اسی مضمون میں مزید تحریر کرتے ہیں:

''برصغیر کی سیاسی جماعتوں میں مجلس احرار اسلام ایسے سرفروشوں کی جماعت ہے جو ہر وقت جان ہتھیلی پر، کفن کندھے پر لیے پھرتے ہیں۔ احرار کے نام کا پوری جماعت پر یہ اثر تھا کہ حریت وجرأت چھوٹے سے چھوٹے رضا کار کی گھٹی میں پڑی تھی اور خوف نام کی چیز ان کی چمڑی میں نہ تھی اور نہ ہے۔ میرے خیال میں روح احرار واقعی زمان ومکان اور تاریخی عمل سے بے نیاز اور بالاتر شے کا نام ہے۔ وہ کل بھی زندہ موجود تھی، آج بھی زندہ موجود ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ موجود رہے گی۔ حریت پسندی اپنی دینی اساس میں مخلوق کو مخلوق کی بندگی سے حریت دلا کر خالق کی بندگی میں لانے کا نام ہے۔''

ان اقتباسات کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نئی نسل کو یہ بتایا جائے کہ احرار نے اپنی تشکیل نو اور اس سے پہلے جو کچھ کیا اور جو کچھ آج کر رہے ہیں اس کا جذبۂ محرکہ کیا ہے۔ جب یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے تو پھر دن کا آرام یاد رہتا ہے اور نہ ہی رات کی نیند۔

چنیوٹ میں جماعت کی تشکیلِ نَو:

جن دنوں ملک کے مختلف شہروں میں جماعت کی تشکیلِ نَو کا کام ہو رہا تھا۔ مجھے حضرت سید ابوذر بخاریؒ نے چنیوٹ میں جماعت کی تشکیل کے لیے بھیجا، میں نے اُن کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چنیوٹ آ کر چند دن قیام کے دوران پرانے رضا کاروں سے رابطہ کیا۔ انہیں اکٹھا کیا اور اُن سے مشورہ کر کے جماعت تشکیل کر دی۔ اس سلسلے میں ملک اللہ دتہ مرحوم اور سالار نذر محمد صاحبؒ نے میری ہر ممکن مدد کی اور دو تین روز میں میرا کام ختم ہو گیا۔ اس نئی جماعت میں پرانے رضا کاروں کے علاوہ میرے اپنے خاندان کے افراد بھی شامل ہو گئے۔ جن میں میرے ماموں زاد بھائی مشتاق احمد راجھہ، اُن کے چھوٹے بھائی اشفاق احمد راجھہ، اور میرے چھوٹے بھائی باقر صغیر احمد قابل ذکر ہیں۔ میرے ماموں غلام مرتضٰی مرحوم خود بھی جماعتِ احرار کے رضا کاروں میں شامل رہے تھے اور چنیوٹ کی جماعت کے سرگرم کارکن تھے۔ لیکن پرانے رضا کاروں میں سے چند رضا کار جو ''مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت'' کی تنظیم میں شمولیت اختیار کر چکے تھے انہوں نے جماعت میں شرکت سے انکار کر دیا۔ اُن کے بقول امیر شریعتؒ نے ۱۹۴۹ء کے تاریخی اجلاس جو لاہور میں ہوا تھا جماعت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ اس لیے اب جماعت احرار کی بجائے ختمِ نبوّت کے ہی سٹیج پر رد قادیانیت کا کام ہونا چاہیے اور ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں لاکھ سمجھایا کہ یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جماعت نے ۱۹۴۹ء کو لاہور کے عظیم الشان اور تاریخی اجتماع میں انتخابی سرگرمیوں سے علیحدگی کے علاوہ یہ اعلان بھی کیا تھا کہ اب مجلس احرار اسلام، اپنی سرگرمیوں کو تحفظ ختم نبوت اور دیگر

تبلیغی واصلاحی کاموں تک محدود رکھے گی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جماعت کو ختم نہیں کیا گیا تھا، اس سلسلے میں ختمِ نبوّت کے ایک مبلغ سے بھی بات ہوئی کہ آپ لوگ مجلس احرارِ اسلام کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ بعد میں یہ مسئلہ پورے ملک کے اندر پھیلا دیا گیا۔ اور یہ معاملہ جماعت کی تشکیلِ نو کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوا۔ جس کا مدلّل جواب جماعت کی طرف سے دیا گیا کہ اگر ۱۹۴۹ء میں بقول اراکینِ تحفظِ ختمِ نبوّت، امیر شریعت نے جماعت ختم کر دی تھی تو پھر ۱۹۵۳ء میں مولانا محمد علی جالندھریؒ مجلس احرار اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ کیوں تھے؟ اور وہ کیسے مجلس احرار کی طرف سے مجلس عمل کے رکن تھے۔ اور ۱۹۵۸ء میں جب ڈاکٹر خان صاحب کے دورِ حکومت میں جماعت سے پابندی اٹھالی گئی تو ملتان میں امیر شریعت ہی نے خود سرخ قمیص پہن کر ملتان میں دفتر احرار کا افتتاح اور پرچم کشائی کر کے آپ کی اس بات کی تردید نہیں کر دی کہ جماعت کو ختم کیا گیا تھا بلکہ جماعت نے ملک کی سیاسی سرگرمیوں سے علیحدگی کا اعلان کیا تھا اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جن لوگوں نے ملکی سیاست میں حصہ لینا ہے وہ جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، شیخ حسام الدینؒ حتیٰ کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ بھی کچھ عرصہ کے لیے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اس وقت جماعت سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ اور پھر بعد میں سہروردی کی عوامی لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ جبکہ امیر شریعت کی قیادت میں مجلس احرار اسلام دینی محاذ پر کام کرتی رہی تھی۔ تبھی تو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوّت کی داعی جماعت مجلس احرار اسلام ہی تھی، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت نہیں تھی۔ بہرحال چنیوٹ میں اس مخالفت جس میں مجلس ختمِ نبوّت کے مبلغ اور ہماری جماعت کے ایک فعال کارکن ظہور راج پیش پیش تھے، ان کی مخالفت کے باوجود چنیوٹ میں جماعت قائم ہوئی۔ صدارت کے لیے مولانا دوست محمد ساقیؒ فاضل دیوبند کا انتخاب ہوا اور سیکرٹری جنرل کے لیے مشتاق احمد راجھہ چن لیے گئے اور چند ہی ماہ میں چنیوٹ کی یہ جماعت اس قدر آگے بڑھ گئی کہ اس کے تعاون سے ہی چنیوٹ میں آل پاکستان احرار کانفرنس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی۔ جس میں سیالکوٹ کے احرار بینڈ نے بھی شمولیت کی اور پورے شہر میں یہ جلوس ختمِ نبوّت زندہ باد، احرار اسلام زندہ باد کے نعروں کی گونج میں جلسہ گاہ پر پہنچا۔ جس کے بعد اکابر احرار نے تقاریر کیں اور آخر میں جنرل سیکرٹری مجلس احرارِ اسلام پاکستان حضرت مولانا ابوذر بخاریؒ نے تقریر کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں ملکی سیاست پر پُر اثر گفتگو فرمائی اور مجلس احرار کے اُسی نصب العین کی وضاحت کی جو اس جبری پابندی سے پہلے تھا۔ ردِ قادیانیت اور حکومتِ الٰہیہ کا قیام۔ جمہوریت ہمارے مسائل کا حل نہیں اور نہ ہی جمہوریت کے ذریعے پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام ممکن ہے۔ یہ وہ دن تھے جب ذوالفقار علی بھٹو کی نوزائیدہ جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کا وجود عمل میں آچکا تھا اور اس نے پورے ملک کی سیاسی فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ خاص طور پر ہماری نئی نسل پیپلز پارٹی پر فریفتہ تھی اور ہر جگہ ''بھٹو آوے ای آوے'' کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ اس پر بھی ہمارے جلسے میں گفتگو ہوتی چنانچہ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی کے منشور کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ

''اسلام ہمارا دین ہے۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے۔'' اسی منشور کے تحت پیپلز پارٹی پورے ملک کے اندر سوشلزم زندہ باد کے نعرے لگا رہی تھی اور پاکستان میں یہ پہلی جماعت تھی جس نے برملا سوشلزم کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ اس پر آپ نے چنیوٹ احرار کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کو کسی بیساکھی کی ضرورت نہیں ہے۔ بھٹو صاحب اسلام کی ایک بغل میں جمہوریت کی بیساکھی لگانا چاہتے ہیں تو دوسری میں سوشلزم کی۔ یہ اُن کی بھول ہے اسلام کا تعلق نہ تو سوشلزم کے ساتھ ہے اور نہ ہی جمہوریت کے ساتھ۔ دراصل وہ عوام کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی ایک ایسی دکان ہے جہاں ہر قسم کا سودا موجود ہے اور پھر اگر سنجیدگی سے اس منشور پر غور کیا جائے تو یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ اسلام محض عبادات کا نام ہے اور سیاست سے اسلام کا دامن خالی ہے اور معیشت کے حوالے سے بھی اسلام سوشلزم کا محتاج ہے۔ یہ سراسر دھوکا اور فریب ہے جو عوام کو اقتدار تک پہنچنے کے لیے دیا جا رہا ہے۔ ہم پیپلز پارٹی کے منشور کی مخالفت کو اپنی جماعت کا ایک اہم ترین فریضہ سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت میں اپنے پورے وسائل کے ساتھ پیپلز پارٹی کی مخالفت کریں گے۔ باقی رہا ''بھٹو آوے ای آوے'' تو ذرا جہالت کی دھند چھٹ جانے دو اور ان بادلوں کو ہٹ جانے دو جنہوں نے تمہارے دل و دماغ پر تاریکی کا پردہ ڈال رکھا ہے تمہیں معلوم ہو جائے گا تم گھوڑے پر سوار ہو یا کہ گدھے پر۔

ضیغم احرار شیخ حسام الدین کی وفات حسرت آیات:

ابھی یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور شیخ صاحب مرحوم ہی کی قیادت میں جماعت کو فعال بنایا جا رہا تھا کہ جماعتِ احرار کو شیخ صاحب کی وفات کا جانکاہ صدمہ اٹھانا پڑا۔ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں میرے گھر پر ہی تشریف فرما تھے۔ وہ اکثر میرے گھر آ جایا کرتے تھے اور ہم دونوں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے تھے۔ اُن کے خیالات سے اس طرح میں اکثر مستفیض بھی ہوتا اور مستفید بھی، ہم دونوں مصروفِ گفتگو تھے کہ ایک آدمی نے جو غالباً سٹینڈرڈ بیکری ملتان سے متعلق تھا آ کر یہ خبر سنائی کہ لاہور سے ٹیلی فون آیا ہے شیخ حسام الدین رحلت فرما گئے ہیں۔ ہم دونوں پر اس اچانک خبر سے تو جیسے بجلی سی کوند گئی۔ کچھ دیر تک تو ہم دونوں پر سکتے کا عالم طاری رہا پھر حضرت ابوذر بخاریؒ نے اس آدمی سے کہا کہ لاہور فون کر کے انہیں کہو کہ جنازہ میں خود پڑھاؤں گا۔ میرا انتظار کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے فرمایا کہ آپ بھی تیار ہو جائیں۔ لاہور آپ میرے ساتھ چلیں گے۔ چنانچہ وہ مجھے ملتان ریلوے سٹیشن پر پہنچنے کے لیے کہہ کر گھر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا کہ شیخ صاحب اور ان کے رفقاء، اکابر احرار ایسے تھے کہ جنہوں نے انگریزی سلطنت کے کروفر کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتے ہوئے اہل پاکستان و ہند کو اس طاغوتی طاقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ عطا کیا۔ جنہوں نے آزادی ہند کے لیے قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں، جن کی عظمت کے ترانے ہم رات دن گاتے رہتے ہیں، جن کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہم نے قسم کھا رکھی ہے۔ پھر میں نے امیر شریعتؒ کے

جنازے میں شرکت کا تصور کیا۔ مولانا مظہر علی اظہر کے جنازے میں شرکت کا پورا منظر میرے ذہن میں گھوم گیا۔ دیر تک ان خیالوں میں مستغرق رہا۔ تاہم جلدی سے تیار ہو کر ملتان ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ اتنے میں حضرت سید ابوذر بخاریؒ بھی تشریف لے آئے اور ہم دونوں بذریعہ ٹرین لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔ لاہور ریلوے سٹیشن پر جب اُترے تو مجھے یاد ہے کہ مغرب کا وقت تھا مجھے حضرت سید ابوذر بخاریؒ نے فرمایا کہ جلدی سے نماز ادا کر لو۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ کیا ابھی مغرب کی نماز کا وقت ہے؟ کیونکہ میرے خیال میں دیر ہو چکی تھی جواب میں انہوں نے کہا کہ دیکھو آسمان کی طرف ابھی نیلاہٹ آسمان پر موجود ہے اور جب تک نیلاہٹ موجود ہے نماز مغرب ادا کی جاسکتی ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو پھر گوال منڈی شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ایک جم غفیر شاہ جی کا انتظار کر رہا تھا۔ جنازہ بالکل تیار تھا چنانچہ آپ آئے دروازہ پر چارپائی رکھی تھی آپ نے شیخ صاحب کے چہرے سے کفن کو ہٹا کر ماتھے پر ایک بوسہ دیا اور کہا ”اچھا چاچا جی تسی وی سانوں چھڈ چلے ہو“ خدا حافظ۔ جنازہ اٹھایا اور ہم قبرستان میانی صاحب کی طرف چل پڑے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل کا دن تھا۔ سارا لاہور جھنڈیوں اور مختلف قسم کے بینروں سے سجا ہوا تھا۔ قبرستان میں قبر تیار تھی۔ میرے بھائی مشتاق احمد راجھہ کی قیادت میں چنیوٹ کے رضا کار بھی آئے ہوئے تھے۔ نماز جنازہ حضرت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی جسد اطہر کو لحد میں اتارنے کا وقت آیا، ایک ہجوم آنسوؤں اور ہچکیوں کے ساتھ تحریک حریت کی اس نڈر اور بہادر شخصیت کو اگلے جہان کے لیے رخصت کر رہا تھا۔ یہ منظر جب بھی میرے سامنے آتا ہے تو دل بیٹھ بیٹھ جاتا ہے۔ تدفین کے بعد ہم سارے لوگ عزیز الاسلام ہائی سکول جہاں پر مہمانوں کے کھانے کا انتظام تھا آ گئے۔ اور اس سکول کی چھت پر دریوں پر بیٹھ کر ہم نے ساری رات گزار دی۔ یہ ایک پریشان کن رات تھی، تمام رات ہم سارے لوگ شیخ صاحب کی عظمت کے ترانے گاتے رہے۔ اُن کی بہادری، اُن کے جذبۂ حریت اور اُن کی دین کے ساتھ محبت کی باتیں کرتے رہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم سب کے لیے یہ بات بھی پریشانی کا باعث تھی کہ کون شیخ صاحب کی جگہ پر جماعت کا صدر ہوگا اور اس کے بعد جماعت کو کن مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ خلا جو شیخ صاحب کی وفات کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کون پر کر پائے گا۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

یقیناً ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ اُن بڑے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(جاری ہے)